صریح نصوص کے بارے میں اجتہاد کی ضرورت کیوں؟

جناب عبدالقادر حسن صاحب کی خدمت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۱۰؍ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۴؍مارچ ۲۰۱۲ء روزنامہ ایکسپریس میں ملک کے مشہور کالم نگار جناب عبدالقادر حسن صاحب کا ایک کالم ’’ووٹوں کی خرید وفروخت اور لیڈروں کے عمرے‘‘ کے عنوان سے چھپا ہے، جس میں موصوف نے کئی ایشوز پر اپنے نقطۂ نظر سے بات کی ہے اور کالم کے آخر میں لکھا ہے کہ:

> ’’ہمارے ان لیڈروں کو بخوبی علم ہے کہ حج تو چند شرائط کے ساتھ زندگی میں ایک بار میں فرض ہے، لیکن عمرہ تو محض ایک نفلی عبادت ہے، کریں نہ کریں، اس کی کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ لیکن ہمارے ہاں پاکستان میں عمرے کی اس قدر اہمیت بن گئی ہے، جیسے اس کا بھی کوئی شرعی حکم ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں صرف ایک حج کیا تھا اور بس، عمرے کا کوئی حکم نہیں دیا تھا، ویسے بیت اللہ کی زیارت اور طواف اپنی جگہ ایک بڑے ثواب کا کام ہے، لیکن ایسا نہیں جیسے کہ حج ہے۔ ہمارے اسلام اور مذہب میں بھی افراط وتفریط بہت بڑھ گئی ہے۔ انگریزوں نے ائمہ مساجد کو صرف عبادات تک محدود کر دیا تھا، سیاست سے دور رکھنے کا یہ ایک طریقہ تھا، چنانچہ یہ طریقہ ایسا رائج ہوا کہ علماء نے مسلمانوں کو صرف عبادت میں لگا دیا، جب کہ عبادت کے اور بھی کئی مواقع تھے، مثلاً انسانی خدمت سے بڑی عبادت کیا ہوسکتی ہے؟ جو مسیحی دنیا بھر میں کر رہے ہیں، اسپتال بنا کر اور تعلیمی ادارے بنا کر۔ مسلمان اس کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور عمروں پر زور دیتے ہیں۔

یہاں میں علماء کرام سے ایک سوال بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ پاکستان جیسی مقروض قوم پر عمرہ تو کجا کیا حج بھی فرض ہے؟ اور پھر ایسی قوم جہاں لوگ دو وقت کی روٹی کے لئے بلک رہے ہوں، علاج سے محروم ہوں اور زندگی کی جائز ضروریات کو ترس رہے ہوں، وہاں کیا حج جیسی انتہائی مہنگی عبادت کچھ عرصہ کے لئے ملتوی نہیں کی جاسکتی؟۔ ہمارے ہاں ایسے موقعوں کے لئے اجتہاد ہوا کرتا تھا، اب کسی عالم میں اجتہاد کی جرأت نہیں ہے۔ میں نے حج وعمرہ کے بارے میں پہلے بھی لکھا ہے، بلکہ ایک بار بعض جید علماء سے رجوع بھی کیا ہے، ان سب نے میری رائے سے اتفاق کیا، مگر اس کی تائید کا اعلان کرنے سے معذرت کر دی، اس کی کئی وجوہات ہیں، جو میں اس وقت بیان نہیں کر سکتا، لیکن پاکستان کے خوشحال طبقے اور لیڈروں سے ضرور پوچھتا ہوں کہ پاکستان کی حالت کو دیکھ کر کیا ان کا ضمیر انہیں عمرے کی اجازت دیتا ہے؟ میرا دعویٰ ہے کہ جس دن جرأت مند، بہادر اور سچا مسلمان لیڈر آ گیا، اس دن ملک کے ووٹ بھی اس کے ہوں گے اور اقتدار کی آزمائش بھی اسی کی ہوگی''۔ (روزنامہ ایکسپریس، ۴؍مارچ ۲۰۱۲ء مطابق ۱۰؍ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ)

جناب عبدالقادر حسن صاحب کا یہ ارشاد کہ: ''ہمارے ہاں پاکستان میں عمرے کی اس قدر اہمیت بن گئی ہے، جیسے اس کا بھی کوئی شرعی حکم ہے''۔

گویا موصوف یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ عمرے کی کوئی اہمیت نہیں اور نہ ہی یہ کوئی حکم شرعی ہے، **نعوذ باللہ من ذلک۔**

موصوف سے بصد آداب سوال کرنا چاہیں گے کہ جناب! قرآن کریم جس چیز کا حکم دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بارہ میں نہ صرف یہ کہ واضح ہدایات وتعلیمات دیں، بلکہ خود عمل کر کے دکھائیں اور جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا تعامل رہا ہو، کیا آپ کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں؟۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات آپ کے نزدیک حکم شرعی نہیں تو کس کا ارشاد اور حکم آپ کے نزدیک حکم شرعی بنتا ہے؟ لیجئے! عمرہ کے متعلق قرآن کریم میں فرمانِ الٰہی بھی سن لیجئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱: ''وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ''۔ (البقرۃ:۱۹۶)

ترجمہ: ''اور حج اور عمرے کو پورا کرو اللہ کے لئے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حج اور عمرہ کی تکمیل اور رضاءِ الٰہی کے حصول کی ترغیب اور تعلیم دی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

۲: ''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَاجُنَاحَ

عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ''۔ (البقرة:۱۵۸)

ترجمہ:''یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں،تو جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمرے کا ایک اہم حصہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا حکم دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

۱:''عن أبی هريرة رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : العمرة إلی العمرة كفارة لمابينهما والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة''۔ (بخاری شریف،ج:۱،ص:۲۳۸)

ترجمہ:''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کے لئے کفارہ ہے جوان کے درمیان ہوئے ہوں، اور حج مقبول کا بدلہ نہیں ہے،مگر جنت''۔

۲:''عن ابن عباس رضی الله عنهما،قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :إن عمرةً فی رمضانَ تعدل حجة ''۔ (متفق علیہ،مشکوٰۃ:۲۲۱)

ترجمہ:''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں ایک عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے برابر ہے''۔

۳:''وعن قتادة أن أنساً رضی الله عنه أخبرهٗ قال :اعتمر رسول الله صلی الله عليه وسلم أربع عمر كلُّهن فی ذی القعدة إلا التی كانت مع حجته ، عمرة من الحديبية فی ذی القعدة وعمرة من العام المقبل فی ذی القعدة وعمرة من الجعِرَّانة حيث قسم غنائم حُنين فی ذی القعدة وعمرة مع حجته''۔ (بخاری شریف،ج:۲،ص:۵۹۷)

ترجمہ:''حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے ہیں، سب کے سب ذو القعدہ میں تھے،سوائے اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ تھا،(وہ چار عمرے یہ ہیں) ایک عمرہ حدیبیہ کے موقع پر ذوالقعدہ میں اور ایک عمرہ اگلے سال ذوالقعدہ میں اور ایک عمرہ جعرانہ سے (واپسی میں) جب کہ حنین کا مال غنیمت ذوالقعدہ میں تقسیم کیا اور ایک عمرہ حج کے ساتھ''۔

۴:''عن أبی إسحاق قال:سمعتُ البراء بن عازب رضی الله عنه يقول : اعتمر رسول الله صلی الله عليه وسلم فی ذی القعدة قبل أن يحج مرتين''۔ (بخاری شریف،ج:۱،ص:۲۳۹)

ترجمہ: ”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے ذو القعدہ میں دو عمرے کئے“۔

۵: ”عن عبداللّٰہ (ابن مسعود) رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: تابعوا بین الحج والعمرة فإنهما ینفیان الفقر والذنوب کماینفی الکیر خبث الحدید والذهب والفضة ولیس للحج المبرور ثواب دون الجنة“۔ (سنن نسائی، ج:۲،ص:۳)

ترجمہ: ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پے در پے حج اور عمرہ کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے اور مقبول حج کے لئے کوئی بدلہ نہیں، سوائے جنت کے“۔

۶: ”عن أبی رزین العقیلی أنه أتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰہ! إن أبی شیخ کبیر لایستطیع الحج والعمرة ولاالظعن، قال: حج عن أبیک واعتمر“۔ (مشکوٰۃ:۲۲۲)

ترجمہ: ”حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، حج وعمرہ کرنے اور سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے والد کی طرف سے تم حج اور عمرہ کرلو“۔

۷: ”عن أم سلمة رضی اللّٰہ عنها قالت: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: من أهل بحجة أوعمرة من المسجد الأقصی إلی المسجد الحرام غفرله ماتقدم من ذنبه وماتأخر أووجبت له الجنة“۔ (ابوداؤد، ج:۱،ص:۲۵۶)

ترجمہ: ”حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص بیت المقدس سے مسجد حرام تک حج اور عمرہ کا احرام باندھے تو اس کے اگلے پچھلے (سب) گناہ معاف کردیئے جائیں گے یا (یہ کہا کہ) جنت اُس کے لئے واجب ہو جائے گی“۔

۸: ”وعن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت: قلت: یارسول اللّٰہ! علی النساء جهاد؟ قال: نعم، علیهن جهاد، لاقتال فیه، الحج والعمرة“۔ (ابن ماجۃ،ص:۲۰۸)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد (فرض) ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اُن پر ایسا جہاد (فرض) ہے جس میں قتال نہیں (یعنی) حج اور عمرہ“۔

۹: ''عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: الحجاج والعمار وفد الله، إن دعوه أجابهم وإن استغفروه غفر لهم''۔ (ابن ماجہ، ص:۲۰۸)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اگر وہ دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں، اور اگر معافی چاہیں تو اللہ تعالیٰ معاف کرتے ہیں''۔

۱۰: ''عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من خرج حاجاً أو معتمراً أو غازياً، ثم مات في طريقه كتب الله له أجر الغازي والحاج والمعتمر''۔ (مشکوٰۃ:۲۲۳ بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادے سے نکلا، پھر راستے میں ہی انتقال کر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مجاہد، حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھتا ہے''۔

یہ دو آیات اور دس احادیث بطور نمونہ کے ہم نے نقل کی ہیں، جن میں عمرہ کی فضیلت واہمیت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار نہیں، بلکہ چار عمرے کرنے کا ثبوت، عمرہ کا گناہوں کا کفارہ بننا، رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ملنا، دوسرے کی طرف سے عمرہ ادا کرنے کا حکم، عمرہ کی ادائیگی سے غربت اور گناہوں کا مٹنا اور دور ہونا، عمرہ کرنے والے کا راستہ میں انتقال ہونے پر عمرے کے ثواب کا ملنا، عورتوں کے لئے عمرہ کو جہاد قرار دینا، عمرہ کرنے والے کی دعا کا قبول ہونا، وغیرہ بیان کیا گیا ہے۔

کیا ان آیات اور احادیث سے عمرہ کی اہمیت اور عمرہ کا شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا؟ عوام یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ موصوف کے نزدیک شرعی حکم کا کیا معیار ہے؟ اس لئے کہ چودہ سو سال سے امتِ مسلمہ کے فقہاء، علماء، مفسرین اور محدثین شریعت اور شرعی حکم کی تعریف یہ کرتے آئے ہیں کہ:

۱: "الشريعة.........ما شرع الله تعالىٰ لعباده من الأحكام التي جاء بها نبيٌّ من الأنبياء صلى الله عليه وسلم وعلىٰ نبينا وسلم".

(کشاف اصطلاحات الفنون، ج:۱، ص:۷۵۹)

ترجمہ: ''اصطلاحِ شرع میں شریعت اُن احکام کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اُن (احکام) کو لے کر آئے ہیں''۔

۲: "والشريعة كل طريقة موضوعة بوضع الٰهي ثابت من نبي من

الأنبیاء". (کشاف اصطلاحات الفنون، ج:۱،ص:۷۶۰)

ترجمہ: ''اور شریعت ہر وہ طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کرنے سے مقرر ہوا ہو اور کسی نبی (علیہ السلام) سے ثابت ہو''۔

۳:حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت: ''لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجاً''یعنی''تم میں سے ہر ایک کو ہم نے دیا ایک دستور اور راہ'' کے تحت فرماتے ہیں:

''الشرعة ماورد به القرأن والمنهاج ماورد به السنة''۔

(کشاف اصطلاحات الفنون، ج:۱،ص:۷۶۰)

ترجمہ: ''شــرعة'' وہ ہے جس کے بارے میں قرآن وارد ہوا ہو (یعنی جو حکم قرآن سے ثابت ہو) اور''مــنهــاج'' وہ ہے جس کے بارے میں سنت وارد ہوئی ہو (یعنی جو حدیث سے ثابت ہو)۔

جناب عبدالقادر حسن صاحب فرماتے ہیں کہ: ''عمرہ تو محض ایک نفلی عبادت ہے''۔ جناب! جب آپ کے نزدیک عمرے کی کوئی اہمیت نہیں، آپ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کا حکم نہیں دیا، اور عمرہ کرنا کوئی حکم شرعی نہیں تو عمرہ کرنا نفل عبادت کیسے بن گیا؟ بیت اللہ کی زیارت اور طواف بڑے ثواب کا کام کیسے بن گئے؟ کیا فقہ اسلامی میں کوئی ایسی مثال بھی ملتی ہے کہ ایک چیز کی کوئی شرعی حیثیت تو نہ ہو، لیکن وہ ثواب کا کام اور نفلی عبادت بن جائے؟ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟ جناب! کہیں ایسا تو نہیں کہ مسلمانوں کو خوش کرنے اور ان کے اعتراضات سے بچنے کے لئے آپ نے ''ویسے''، ''اپنی جگہ''، ''ثواب کا کام'' اور ''ایسا نہیں جیسا حج ہے'' کے لاحقے لگا کر ان کو مطمئن کرنے اور خاموش کرنے کی ناکام کوشش کی ہو۔

جناب موصوف فرماتے ہیں: ''انگریزوں نے ائمہ مساجد کو صرف عبادات تک محدود کردیا تھا، سیاست سے دور رکھنے کا یہ ایک بہترین طریقہ تھا''۔

گویا موصوف یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ائمہ مساجد جو درس وتدریس، صلاح وارشاد، وعظ ونصیحت کرتے اور عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، انفاق فی سبیل اللہ کی اور یتیم، مسکین، محتاج، مقروض، اپاہج جیسے ضرورت مندوں کی اعانت وکفالت کی تعلیم وتلقین لوگوں کو کرتے ہیں، اسی طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت وفضیلت پر بیان اور وعظ کرتے رہتے ہیں، انگریز نے انہیں ان کاموں پر محدود کردیا تھا اور سیاست سے دور رکھنے کا یہ ایک بہترین طریقہ تھا۔

جناب من! کوئی آپ سے سوال کرسکتا ہے کہ جناب! آپ ہی بتائیں کہ دین اسلام میں عبادات کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں؟ اگر اس کی کوئی اہمیت اور حیثیت ہے تو لازماً اس کی بجاآوری بھی ہوگی اور اس کی تعلیم وتربیت، درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور ادائیگی کی کیفیت وطریقہ کے

اظہار و بیان کے لئے ایک جماعت بھی ہمہ وقت اس کے لئے درکار ہوگی۔ اب یہ جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک یہ کام کرتی آئی ہے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتی رہی ہے تو آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ یہ جماعت قابل تعظیم ہے یا قابل تحقیر وتوہین؟ اور اس جماعت کے لئے آپ جیسے ''باشعور''، ''کہنہ مشق'' اور ''دانشور'' صحافی کا یہ کہنا کہ انگریز نے ان کو عبادات تک محدود کر دیا ہے، چہ معنی دارد؟۔

جناب! یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی کہے کہ صحافی برادری کے چند عناصر اور اینکرز جو آئے دن اسلامی عقائد، اسلامی اقدار، اسلامی شعار، اسلامی تہذیب، اسلامی تمدن، اسلامی معاشرت، عبادات، اخلاق، معاملات، دینی علوم، مولوی، مسجد اور مدرسہ کے خلاف کالم سیاہ کرتے رہتے ہیں، انگریز نے اُن کو اس کام تک محدود کر دیا ہے تو اس بارہ میں آپ کا کیا ارشاد ہوگا؟

جناب! علماء اور آپ کے الفاظ میں ''ائمہ مساجد'' کا کردار صرف عبادات تک محدود نہیں، اگر کوئی منصف مزاج فرد اور شخص بنظر غائر اور بشرطِ انصاف کھلے دل ودماغ سے دیکھنے اور سوچنے کی کوشش اور زحمت فرمائے تو اسے نظر آئے گا کہ علماء ہمیشہ اور ہر میدان میں صفِ اول کا کردار ادا کرتے آئے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، صرف برصغیر کی تحریکات پر ایک طائرانہ نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ ہر تحریک کا اول دستہ علماء ہی رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو بتلایا جائے کہ پھر استخلاصِ وطن کی تحریک کس نے چلائی؟ ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف جہاد کرنے والے کون تھے؟ بالاکوٹ کے میدان میں سکھوں کے خلاف جہاد کرنے والے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کون تھے؟ تحریک ریشمی رومال کس کی برپا کردہ تھی؟ مالٹا کی جیل میں اسیر ہونے والے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کون تھے؟ تحریک پاکستان میں قائد اعظم کے ساتھ معین ومددگار حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نور اللہ مراقدہم کون تھے؟

انگریزوں کے اشاروں اور ان کی چھتری کے نیچے نبوت کا دعویٰ کرنے والے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی سے مقابلہ کرنے والے علماءِ کرام نہیں تھے تو اور کون تھے؟ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں قادیانیوں کو شیر کی طرح للکارنے والے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کون تھے؟ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں پاکستان بھر کی قیادت کرنے والی عظیم شخصیت محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ اگر عالم نہیں تھے تو اور کون تھے؟ قومی اسمبلی کے فلور پر قادیانیت کو غیر مسلم قرار دلانے والے حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، مولانا غلام غوث ہزاروی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کون تھے؟

ان بدیہی حقائق کو جھٹلانے کی جسارت صرف وہی آدمی کرسکتا ہے جسے عقل وفہم اور بصارت وبصیرت سے کوئی علاقہ نہ ہو۔

موصوف کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ علماء نے مسلمانوں کو صرف عبادات میں لگادیا ہے۔ جناب! اگر علماء نے مسلمانوں کو چوری، ڈکیتی، رشوت، سود، لوٹ کھسوٹ، عریانی، فحاشی اور بدمعاشی سے منع کیا ہے اور انہیں خدا اور رسول کی وفاداری، اعمال صالحہ سے لگاؤ، قبر وحشر کے بارہ میں فکر، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندی، حلال وحرام میں تمیز، جائز وناجائز میں فرق، بڑوں کے اکرام، چھوٹوں پر شفقت، انسانیت سے پیار، اللہ کی مخلوق سے محبت، غرضیکہ ان تمام اعمال وافعال کا درس دیا ہے، جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے تو اس میں ناراض ہونے کی آخر کیا بات ہے؟ کیا یہ بھی بیچارے ملا اور مولوی کا قصور شمار کیا جائے گا؟ افسوس!

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

موصوف علماء کرام سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں کہ: ''پاکستان جیسی مقروض قوم پر عمرہ تو کجا، کیا حج بھی فرض ہے؟ اور پھر ایسی قوم جہاں لوگ دو وقت کی روٹی کے لئے بلک رہے ہوں، علاج سے محروم ہوں اور زندگی کی جائز ضروریات کو ترس رہے ہوں، وہاں کیا حج جیسی انتہائی مہنگی عبادت کچھ عرصہ کے لئے ملتوی نہیں کی جاسکتی؟۔ ہمارے ہاں ایسے موقعوں کے لئے اجتہاد ہوا کرتا تھا، اب کسی عالم میں اجتہاد کی جرأت نہیں ہے''۔

جناب! سوال کا جواب تو آگے آتا ہی ہے، کیا آپ کسی کو اس سوال کرنے کا حق دیں گے کہ پاکستان کو مقروض کس نے بنایا؟ پاکستان کے قومی خزانے کو کس نے لوٹا؟ پاکستان جیسے مقروض ملک کی لوٹی گئی دولت کے اربوں کھربوں ڈالر کن لوگوں کے اکاؤنٹس میں منتقل ہوئے؟ اور اس مقروض ملک کی قوم نے ''قرض اتارو، ملک سنوارو'' جیسی اسکیموں میں جو لاکھوں، کروڑوں روپے کے عطیات جمع کرائے، وہ کہاں گئے؟ سیلاب زدگان کے نام پر ملک اور بیرون ملک سے وصول شدہ اشیاء اور اجناس کن لوگوں کے ڈیروں اور گھروں میں محفوظ اور ذخیرہ کی گئیں؟ اگر ان سوالات کا کوئی جواب دے دے تو ان شاء اللہ! آپ کے سوال کا جواب بھی آپ کو ازخود مل جائے گا۔

جناب! پاکستان کو مقروض بنانے والے تو اب بھی اس ملک کے سیاہ وسفید کے مالک ہوں اور انہیں کوئی کچھ نہ کہے، لیکن مقروض ملک کی دہائی دے کر حج جیسے فریضہ کو غیر اہم اور ترک کردینے کے لئے ''سنہری مشورے'' اور اسلام کے اس بنیادی ستون اور رکن کو فی الوقت معطل اور ساقط

کردینے کے لئے اجتہاد کی دعوت دی جائے، یہ کونسا انصاف ہے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اجتہاد کی بھی کچھ شرائط ہیں، اور اجتہاد کن معاملات میں ہوسکتا ہے؟ اس کی بھی کچھ حدود وقیود اور اصول وآداب ہیں، جیسا کہ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علیؒ لکھتے ہیں:

”ومنه يعلم أيضا بطلان دعاوى قوم الإجتهاد من أهل عصرنا مُنْهَمِكِيْنَ في الدنيا وجمعها وفي شهواتها ولذاتها يشغلون جميع أوقاتهم بذلك لايتصورون الإجتهاد بل ولا العلم وإنما يدعون ذلك فهماً منهم أن المجتهد يباح له مالايباح لغيره من المحرمات المجمع عليها وغيرها، لايعلمون أن من شروط الإجتهاد عدم معارضة الكتاب والسنة والإجماع“. (حاشیہ ومقدمہ کنز الدقائق،ص:٦،مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، ط:١٣٦٨ھ)

ترجمہ: ”یہیں سے ہمارے ابنائے زمانہ کے مدعیان اجتہاد کے دعویٰ کا باطل ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ یہ حضرات سر سے پاؤں تک دنیا کے سمیٹنے میں منہمک ہیں اور ہمہ وقت اس کی لذتوں اور شہوتوں کے حصول میں مشغول رہتے ہیں، ان کے ذہن میں نہ تو اجتہاد کا تصور ہے اور نہ دین کا علم ہی رکھتے ہیں، ان کے دعویٰ کا منشا صرف یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ: مجتہد کے لئے وہ چیزیں مباح ہوجاتی ہیں جو دوسروں کے لئے مباح نہیں ہوتیں، یعنی وہ چیزیں جو بالاجماع حرام ہیں، مجتہد اپنے اجتہاد کے زور سے ان کو بھی حلال کرلیا کرتا ہے، یہ مسکین اتنا بھی نہیں جانتے کہ اجتہاد صحیح کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ کتاب وسنت اور اجماع امت کے معارض نہ ہو“۔

شاید موصوف جناب عبدالقادر حسن صاحب جج کے متعلق علماء کرام سے ایسا اجتہاد کرانا چاہتے ہیں، جیسا اساتذۂ مغرب نے ڈاکٹر فضل الرحمن جیسے شاگردانِ مشرق کو اجتہاد کا سلیقہ سکھلایا، اس لئے وہ لکھتا ہے کہ:

”زمانۂ حال کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اسلام کی آزادانہ تعبیر وتشریح اور اسلام کے قطعی اور منصوص مسائل میں قطع وبرید اور تحریف وتغییر نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ وقت کا اہم ترین فریضہ ہے“۔ (بحوالہ فکر ونظر، ج:١،ش:١،ص:١٦)

کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت محمدیہ کے مقابلہ میں ان متجددین نے ایک نئی شریعت ایجاد کرلی ہے اور ان کی شریعت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے اسلام کے بنیادی ارکان بھی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں رکھتے، بلکہ اس سے بڑھ کر ان کے نزدیک تو قرآن کریم بھی کوئی مکمل اتھارٹی نہیں، بلکہ ایک گونہ نظیر ہے، جیسا کہ ادارہ تحقیقات اسلام کا سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمن کہتا ہے کہ:

''اس قسم کے واقعات کو (جن میں قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ فرمایا ہو۔ ناقل)) نبی کا معیاری نمونہ اور ایک گونہ نظیر تو سمجھا جاسکتا ہے، اسے متشددانہ طور پر حرف بحرف قانون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا''۔

(فکر ونظر، ج:۱،ش:۱،ص:۱۸)

اسی طرح ڈاکٹر فضل الرحمٰن ابدیتِ قرآن کی نفی کرتے ہوئے گوہرفشانی فرماتے ہیں:

''نصوص قرآن پر تبدیلی کئے بغیر اڑے رہنے سے ان کی علت غائی اور مقصد حقیقی کا فوت ہوجانا یقینی ہے''۔ (فکر ونظر، ج:۱،ش:۷،ص:۷۶)

اسی طرح نسخ قرآن کی تلقین کرتے ہوئے استاد مغرب کا وفادار شاگرد لکھتا ہے کہ:

''قدامت پسندوں کی اصطلاح میں جس طرح دور نبوی میں ناسخ ومنسوخ کا سلسلہ جاری تھا، ضروری ہے کہ اب بھی جاری رکھا جائے، ورنہ کیا تاریخ کے حالات جم کر رہ جائیں گے''۔ (تجدد پسندوں کے افکار ص:۹۸ بحوالہ فکر ونظر، ج:۱ش:۷،ص:۷۸)

جناب! اگر آپ بھی ایسے اجتہاد کے شائق اور آرزومند ہیں تو معاف فرمایئے! عالم اسلام میں بسنے والا کوئی صحیح عالم باہوش وحواس آپ کی اس خواہش کی تکمیل اور تعمیل کرنے سے قاصر رہے گا۔

جناب! حج کا حکم قرآن کریم اور سنتِ نبویہ کی نصوص سے ایک فریضہ محکمہ کی حیثیت سے ثابت ہے، جسے ''مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا'' کی شرط (یعنی استطاعت) کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اب کسی مجتہد کا اجتہاد اور کسی تجدد پسند کی خواہشات اس قرآنی حکم سے دور نہیں کرسکتیں۔

باقی رہا حج کا مہنگا ہونا، جناب! ہم سے زیادہ آپ جانتے ہیں کہ اس عبادت کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ یا علماء کرام نے مہنگا نہیں کیا، بلکہ حکمرانوں کی ہوس زر اور ان کی طمع ولالچ نے اسے مہنگا بنایا ہے۔

جناب! آپ نے عبادات کے ضمن میں کہا ہے ''انسانی خدمت سے بڑی خدمت کیا ہوسکتی ہے؟ جو مسیحی دنیا بھر میں کررہے ہیں، اسپتال بناکر اور تعلیمی ادارے بناکر، مسلمان اس کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور عمروں پر زور دیتے ہیں''۔

میرے بھائی! اگر آپ اپنے دل ودماغ سے علماء کرام اور خصوصاً حج وعمرہ کرنے والی مسلم عوام پر غم وغصہ اور شدید ذہنی الجھن کو دور کرکے ایک منٹ کے لئے مسلمانوں کی خدمات کو دیکھیں گے تو آپ کو نظر آئے گا کہ اس حوالہ سے مسلمانوں کی خدمات کم نہیں۔ مسلم عوام کے تعاون سے ہسپتال، اسکول، کالجز، مدارس، مساجد اور رفاہی ادارے رات دن خدمتِ خلق میں مصروف ہیں، نام گنوانا مقصود ہوتا تو درجنوں اداروں کے نام گنوائے جاسکتے تھے، لیکن یہاں نام نہیں، کام مقصود ہے۔ پورا

پاکستان نہیں، صرف کراچی میں بیسیوں ادارے بےلوث انسانیت کی خدمت کررہے ہیں، جبکہ آپ کے ممدوح مسیحی حضرات انسانیت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ انسانیت کی آڑ میں مشنری کام کررہے ہیں، اگر انسانیت کی خدمت مقصود ہوتی تو مسلم ممالک کے علاوہ عیسائی ریاستوں میں بھی یہ انسانی خدمت کرتے نظر آتے، کیا وہ انسان نہیں جواُن ریاستوں میں بھوکے مررہے ہیں؟۔

حالیہ سیلاب میں جو عام مسلمانوں اور مدارس سے وابستہ افراد نے ان سیلاب زدگان کی خدمت کی ہے، اس کا مغربی میڈیا نے بھی اعتراف کیا ہے، لیکن ان مسیحی مشنریوں نے باوجود صدر، وزیراعظم اور دوسرے حکومتی افراد کی بار بار اپیلوں کے کچھ نہیں کیا۔ یہ ہے ان مسیحی مشنریوں کا دوہُرا اور دوغلا کردار۔

میرے بھائی! ہر انسان جانتا ہے جوخوش نصیب اہل ثروت عمرہ وحج کرتے ہیں، یہی وہ حضرات ہیں جو خدمتِ خلق کے ہمہ جہت پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے ان میں اپنا مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، عبدالستار ایدھی کا انٹرویو گزشتہ سالوں میں چھپا تھا، انہوں نے اعتراف کیا کہ جتنا فنڈ مجھے پاکستان کے مسلمان دیتے ہیں، اتنا فنڈ بیرونی دنیا نہیں دیتی۔ مقصد یہ کہ حج وعمرے کرنا اور خدمت خلق کرنا یہ متضاد چیزیں نہیں کہ ایک کے کرنے سے دوسری رہ جاتی ہے یا ان میں کمی آجاتی ہے۔

محترم! جن جید علماء کرام سے آپ نے رجوع کیا اور ان سب نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا، کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان کے نام اور ان کی آراء کو بھی قید تحریر میں لے آتے، تاکہ آپ کے قارئین کسی تذبذب کا شکار ہونے سے بچ جاتے اور آپ کے تائید کنندگان کے اجتہاد کا مبلغ علم بھی معلوم ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت صحیح سمجھنے، اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے اور زندگی بھر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس لئے آپ کی خیرخواہی اور ہمدردی کے پیش نظر ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ قرآن وسنت اور اسلامی عبادات واعمال کو موضوع سخن بنانے اور اس میں رائے زنی سے اجتناب فرمائیں۔ اسی میں ایمان وعقیدہ کی سلامتی اور آخرت کی بھلائی وبہتری ہے، ورنہ کہیں قرآن کریم کی آیت ”**خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَالْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ**“ کا مصداق نہ بن جائیں۔ **ولافعل اللہ ذالک.**

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلیٰ اٰله وصحبه أجمعین.